

## تعلیم اور معاشرتی انقلاب کی راہ

ڈاکٹر انیس احمد

تحریکاتِ اسلامی کا نصب لعین معاشرتی تبدیلی اور انقلاب کا بروپا کرتا ہے۔ اس نصب لعین کے حصول کا ایک اہم ذریعہ تعلیم ہے۔ اس لیے منصب رسالت پر فائز کرتے وقت داعیِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے معلمانتہ کردار سے آگاہ کیا گیا تھا اور اولین ہدایت یہ دی گئی تھی کہ:

إِنَّمَا يُأْشِمُ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ هُنَّا خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلْقٍ هُوَ إِنَّمَا وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ هُوَ الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمَنْ هُوَ عَلَمُ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ هُوَ (العلق ۵۱-۵۲) (اے نبی) پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جسے ہوئے خون کے ایک لوحترے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمھارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

ان اولین نازل ہونے والی پانچ محض آیات میں ربِ کریم نے جہاں اُمُّيون میں سے منتخب کیے جانے والے سرواجاً مندیراً صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلقین کی کہ وہ اپنے رب کے نام سے تلاوت آیات کریں، وہیں یہ بات بھی سمجھادی کہ یہ وہ علم نہیں ہے جو انسانی عقل تشكیل کرتی ہے۔ یہ وہ علم ہے جو وحیِ الہی کے ذریعے اُخیں دیا جا رہا ہے اور ان کے ذریعے ان تمام انسانوں تک اسے پہنچانے کا آغاز کیا جا رہا ہے جنھیں آغاز میں خالق کائنات نے جسے ہوئے خون کی ایک پھکلی سے پیدا کیا اور پھر شورو و آگئی سے نوازا۔ ایک اور مقام پر تعلیم کی اس بنیادی اہمیت کو یوں بیان کیا

گیا کہ وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے، وہ برابر نہیں ہو سکتے ہیں:

**قُلْ هُلْ يَسْتَعِي الَّذِينَ يَغْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَغْلَمُونَ** ط (الزمر ۹:۳۹) ان سے پوچھو، کیا جانے والے اور نہ جانے والے دونوں کسی کیسا ہو سکتے ہیں؟ مزید یہ بات بھی فرمادی گئی کہ جو لوگ علم رکھتے ہیں، وہ ایسے عباد (بندے) ہیں جو اپنے رب کے شاکر بندے ہونے کے ساتھ اپنے رب کا خشی یا تقویٰ اختیار کرتے ہیں: ائمماً یاغعفی اللہ من عبادۃ الغلامواط (الفاطر ۲۸:۳۵)

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔“ جو شعوری طور پر اس کی بندگی اختیار کرتے ہیں اور بندگی رب کے پیغام کو ہمس وقت اپنی بنیادی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔

داعیِ عظیم نے خود اپنے بارے میں یہی بات فرمائی کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے (ائمماً یعنی معلمیاً - مشکوٰۃ)۔ چنانچہ پہلے دن سے دعوتِ دین کی اشاعت کے لیے مکہ مکرمہ میں دارِ اقام اور مدینہ منورہ میں صفحہ کے تعلیمی اور تربیتی ادارے قائم فرمائے۔

گویا تحریکاتِ اسلامی کے لیے مکہ اور مدینہ ہردو مقامات سے جوراً نما اسوہ ملتا ہے، وہ اداراتی بنیاد پر تعلیم کی اشاعت ہے، یعنی یہ معاملہ مخفی انفرادی طور پر کرنے کا نہیں ہے۔ اس لیے تحریکاتِ اسلامی کی ایک اہم ترجیح تعلیم بطور ایک ادارہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ توقع کی جاتی ہے کہ اس غرض سے تحریکاتِ اسلامی اپنے کارکنوں کی علمی تربیت کے لیے مطالعی حلقات، اُسرے، تربیت و تعلیم گاہوں، خصوصی خطابات اور دیگر سرگرمیوں کا اهتمام کریں گی، تاکہ کارکنوں کے علم میں اضافے کے ذریعے ان میں خشیت اور تقویٰ پیدا ہو اور ضروری استعداد و آگئی کے ساتھ وہ امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکیں۔

دعوت کے تاظر میں تحریکاتِ اسلامی کا دائرہ عمل ہمارے ہاں مروج دراویٰ تصور تبلیغ سے بہت مختلف ہے۔ وہ علم کو اس کی ایک جہت تک محدود تصور نہیں کرتیں۔ جہاں جہاں ان کے تصور میں نکھار ہے، وہاں اسلامی تحریکیں علم کے وسیع تر تصور کو پیش نظر رکھتی ہیں۔ اس ضمن میں معاملہ فرد کی اصلاح کا ہو یا فکر کی تطہیر کا، معاشرے کی تشکیل نو کا ہو یا سیاست کی تدوین جدید کا، ثقافت و تہذیب کے تصور کا ترکیب ہو یا مذہبی منافرتوں کو دُور کرنے کا، مسلکی اختلافات میں اعتدال کی

راہ تلاش کرنی ہو یا ملکی اور عالمی معاشرت کا تنقیدی جائزہ لینے کا، اور نئے اسلامی عالمی نظام معاشرت کا تعارف کا معاملہ ہو، اسلامی تحریکات ان امور سے آگھیں بندھیں کر سکتیں۔ اسی طرح گھر میں الہ خانہ کے درمیان محبت و رحمت کے تعلق کی پروش سے لے کر معاشرے سے تضادات دور کرنے تک یا افراد، خاندان اور معاشرے میں برداشت، قبولیت (acceptability) اور تعاون کی مضبوط بنیادیں استوار کرنے کے کام ہوں، تحریکاتِ اسلامی کا تصور دعوت و ابلاغ ان تمام اور دیگر ممکنہ انسانی مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ تعلیم و تعلم کے ذریعے وہ اپنے اصلاحی اور انقلابی عمل کو اس کے منطقی انجام تک پہچانا چاہتی ہیں۔

عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو نہ صرف تحریکاتِ اسلامی بلکہ معاشرتی تبدیلی کی جو حکمتِ عملی بھی وضع کی جاتی ہے، اس میں تعلیم بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ سامراجی طاقتیں چاہتی ہیں کہ سیاسی طور پر غلامی و بے اختیاری کے فکنچے میں کسی گئی اقوام کو مکومیت کے زنجیروں میں اس طرح جبڑے رکھیں کہ وہ زنجیروں کو زیور سمجھنا شروع کر دیں۔ اس خود پر دیگی کو "حسن و داش" باور کرانے کے لیے مؤثر ترین تھیمار کو وہ تعلیم ہی کا نظام سمجھتی ہیں اور اسی کو ذریعہ بناتی ہیں۔ عظیم پاک و ہند، اندونیشیا، مالیشیا، الجماہر، تیونس، مصر، شام، سودان، فلپائن، غرض کہ جہاں جہاں یہ مغربی سامراج گیا، اس نے تعلیم کے ذریعے ہی معاشرتی تبدیلی پیدا کی اور سیاسی غلامی کو گہرا کیا۔

### تعلیمی منصوبہ بندی اور تقاضے

پاکستان کے پس منظر میں تحریکِ اسلامی سے وابستہ افراد کی اگر مناسب تعلیمی منصوبہ بندی کی جائے تو مستور پاکستان کی روشنی میں بغیر کسی غیر جہوڑی ذریعے کے معاشرتی انقلاب کی راہ ہموار کی جاسکتی ہے جو کلی انقلاب کے لیے مدد و معاون ہو گی۔ یہ تعلیمی معاشرتی انقلاب تحریک کی حکمت و دعوت اور طریق کار سے پوری مناسبت رکھتا ہے، اور قلیل المیعاد اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کے ذریعے تحریک کے نصب اعین کے حصول کا ذریعہ فراہم کر سکتا ہے۔

یہ بات کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی وہ مرکز ہیں، جہاں سے وہ افراد کار فراہم ہوتے ہیں جو سامراج کی چھوڑی ہوئی روایت کا حصہ بن جائیں تو توکرشاہی میں بابوں کرخوش و خرم رہتے ہیں۔ یہی افراد کار اگر اس تعلیم سے گزریں جو سیرت و کردار کی تعمیر اور

عقل و دانش کی تہذیب کے ذریعے انھیں اپنے دین و روایات پر فخر کرنا سکھائے اور اسلام کو زندگی کا مقصد اور مشن بنانے کا داعیہ پیدا کرے، تو یہ افراد کار دنیا کے بڑے سے بڑے طاغونی نظام کو اپنی حکمت عملی سے ایک عادلانہ معاشرے میں تبدیل کرنے میں کردار ادا کر سکتے ہیں۔

تحریک اسلامی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آج پاکستان کے تمام صوبوں میں ایسے تعلیمی ادارے موجود ہیں جو اس کی فکر سے نظری اتفاق رکھتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس زمینی حقیقت سے ذہانت اور حکمت کے ساتھ فائدہ اٹھایا جائے اور ایک جامع حکمت عملی اس موجود سہولت کو ایک قسمی افرادی اثاثے میں تبدیل کر دے اور یہ افرادی اثاثہ تحریک اسلامی کے نصب لیعنی کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔

تعلیم و تربیت معاشرتی تبدیلی کی شاہراہ ہے، لیکن یہ اسی وقت صحیح نتائج پیدا کر سکتی ہے جب نہ صرف نصاب، تدریسی کتب، ادارے کا ماحول بلکہ معلمین و معلمات کا ذاتی کردار سیرت اور اخلاق کی اعلیٰ مثال پیش کرتا ہو۔ انبیاء کرام کا مقصد محض کتاب کا پہنچا دینا نہیں تھا، ان کا اصل کار نامہ وہ اسوہ حسن پیش کرنا تھا، جوان کی تقلیمات کا مرقع اور ہر پیر و کار کے لیے قابل عمل مثال ہو۔ اسی بنا پر داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَذْجُجُوا اللَّهُ وَالْيَوْمَ  
الْآخِرَةِ وَذَلِكَ اللَّهُ كَيْفِيَةً ۝ (احزاب ۲۱:۳۳) درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

یہ اسی وقت ممکن ہے جب تعلیمی ادارے نظریاتی تربیت گاہوں میں تبدیل ہو جائیں۔

ملک گیر پیمانے پر ان کا نصاب، اساتذہ کی صلاحیت، تجربہ و کردار و سیرت اور نصابی کتب اور راہ نما کتب کے انتخاب میں بنیاد محسن تعلیمی کمال نہ ہو بلکہ تربیت اخلاق ہو۔ اسی راستے پر چلتے ہوئے ان تعلیمی اداروں سے روشن دماغ قانک، اخلاقی حصہ کے نمونے، جرأت و خود اعتمادی کے امین، حلم و بدبباری اور برداشت (tolerance) اور استقامت کے نمایدے، روحانی بالیگ اور باہمی رحمت و مودت کے علم بردار نوجوان پیدا ہو سکیں گے۔

یہ کام نہ تو مشکل ہے اور نہ کوئی خام خیالی۔ آج بھی جہاں کہیں صحیح اخلاقی تربیت، سائنسی علوم کی اعلیٰ تعلیم، صبر و استقامت اور سچائی اور خودداری کی تربیت دی جائے گی، وہاں سے ایسے افراد پیدا ہوں گے جو عصر حاضر کے نام نہاد سامراجی اجراء دار قوتوں کا ایمان و اعتقاد کے ساتھ مقابلہ کر سکیں گے۔

اسلام کی شورائی اور جمہوری اقدار کے ساتھ، خود انحصاری، سچائی، امانت، دیانت اور للہیت رکھنے والی شخصیت پیدا کرنے کے لیے تعلیم ہی کے ذریعے اپنے نصب العین کے واضح شعور کے ساتھ ایک جامع حکمت عملی اور صبر و توکل کے سہارے یہ کام کرنا ہو گا۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ مدینہ کا راستہ مکہ اور جہشہ سے ہو کر گزرتا ہے۔ مکہ کا صبر آزمادور اور جہشہ کی غریب الوظی وہ مرحل ہیں جن سے گزرے بغیر عدل و احسان پر مبنی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا۔ وہ چاہے مٹھی بھر افراد ہوں لیکن ان مرحل سے گزر چکے ہوں تو وہ وقت کے جباروں کا فکری اور عملی سطح پر مقابلہ کر سکتے ہیں، جب کہ افراد کا مٹھائیں مارتا ہوا سمندر ہو، لیکن ان تمام مرحل سے نہ گزر اہو تو وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

الحمد للہ، آج تحریک اسلامی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ تعلیم کے شعبے میں اس سے وابستہ افراد کے تعلیمی ادارے تقریباً پورے ملک میں کام کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے قبل غور سوال یہ ہے کہ کیا وہ ایسی معیاری اخلاقی تعلیم دینے میں کامیاب ہوئے ہیں، جو نئی نسل میں ذہنی انقلاب برپا کر دے اور انھیں مستقبل کی تعمیری اور اصلاحی قیادت کے لیے تیار کر دے؟

### حکمت دعوت اور ابلاغ

اس تعلیمی جہاد کے ساتھ دوسرا لازمی میدان وہ ہے، جسے قرآن کریم نے حکمت دعوت و ابلاغ سے تعمیر کیا ہے جو ہدایت اللہ کو آسان اور ہر خاص و عام کے لیے قابل فہم بنا کر پیش کرنا ہے۔ آج ہم جسے ابلاغِ عامہ کہتے ہیں، یہ چاہے طبع شدہ الفاظ کی شکل میں ہو یا برقراری پیغامات کی شکل میں، اس کا بنیادی مقصد مطلوبہ پیغام کو جاذب نظر بنا کر دل و دماغ میں اتنا دینا ہے۔ غالباً اسی بنا پر قرآن کریم کی آیات میں اڑاگیزی اور معرفت کو اس طرح سودا یا گیا ہے کہ ہر آیت جامع اور مختصر ہونے کے ساتھ لا تناہی مفہوم کی امین ہے، اور ایک طائرانہ نظر سے دیکھنے والے اور ایک

تفقہ والی نگاہ رکھنے والے، ہر دو کے لیے معانی و مفہوم کے خزانے فراہم کر دیتی ہے۔ اس دور کا المیہ یہ ہے کہ آج اولین تعلیم گاہ آن غوش مدار اور اسکول اور مرد سے کے کردار کو بر قی ابلاغ عامہ نے فنی مہارت کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ ذکھ کی بات یہ ہے کہ اچھے خاصے پڑھنے لکھنے افراد بھی اس جرمانہ تہذیبی ذاکے پر بے چین نظر نہیں آتے۔

تحریک اسلامی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اولاً اس اہم معاشرتی اور تہذیبی مسئلے سے قوم کو دلائل اور شواہد کی بنیاد پر آگاہ کرے۔ ماں کی تربیت اور خاندان کی مركزیت و عظمت کی تجدید اور حیاتِ نو کے لیے منظم جدوجہد کرے۔ ساتھ ہی اپنی دعوت کو پہنچانے کے لیے اس موثر ذریعے کو اخلاق کی پابندیوں اور تہذیبی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اختیار کرے۔ تعلیم گاہوں سے وہ نوجوان لکھنیں جو نہ صرف سیرت و کردار بلکہ عصر حاضر کے مسائل سے آگاہ ہی کے ساتھ ساتھ ایک تقدیمی نگاہ کے ساتھ مغرب کی لا دینی فکر کار، عقلی دلائل سے اور اسلام کے جامع نظامِ عدل اجتماعی کی وضاحت اپنے علم و تجربے کی مدد سے کر سکیں۔

اس حوالے سے اس بات کی فوری ضرورت ہے کہ صحافیوں، ابلاغ عامہ سے والبستہ ماہرین اور مصنفوں کے لیے ایک مستقل ادارہ ایسا قائم کیا جائے، جہاں تباولہ خیالات، علمی تحقیق اور نوجوان نسل کی تربیت اس طرح ہو سکے کہ نہ صرف ابلاغ عامہ اور اجتماعی ابلاغ (Mass Communication) کی اعلیٰ ترین تربیت ہو، بلکہ انھیں اسلام کے نظامِ عدل اور پاکستان کی نظریاتی اساس و تاریخ پر پورا عبور حاصل ہو۔ یہی نوجوان تحریک کے نصب اعین کے حصول کے لیے افرادی سرمایہ فراہم کریں گے اور تحریک کی تحریکیت کو قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ ہر تحریک اسی وقت تک اپنا وزن اور اثر رکھتی ہے جب تک اس میں نیاخون، فکری یک جہتی، اجتماعی صلاحیت اور نظم و ضبط قائم رکھنے کی صلاحیت موجود ہو۔ نیاخون اگر تحریک کی فکر میں سطحی معلومات کے ساتھ شامل ہو گا، تو جلد یا بدیر جذبات کا شکار ہو جائے گا، اور اگر وہ تحریکی فکر کے رنگ میں رنگ گیا تو صبر و ملتقات میں اور کامیابی کی علامت بن جائے گا۔

اداراتی نظم کی ضرورت

تعلیمی اور ابلاغی چہاد کا آغاز کرنے کے لیے وسائل اور خام مواد پہلے سے موجود ہے۔

تحریکی فکر سے وابستہ افراد کے بہت سے ادارے اس میدان میں کام کر رہے ہیں، لیکن تھا حال ایسی کوئی تنظیمی شکل اور انتظام موجود نہیں ہے جس کے ذریعے ایک فطری انداز میں انھیں باہمی تعارف و راہنمائی فراہم کی جاسکے۔ یہ کام ان کی آزادی کو متاثر کیے بغیر سرانجام دیا جانا چاہیے۔ علمی، نصابی اور تربیتی حوالے سے ایسے راہنماء خطوط (Guide lines) باہمی مشورے سے با آسانی تیار کیے جاسکتے ہیں، جن کی پابندی کا اہتمام سب ادارے چس و خوبی کر سکیں۔

تعلیمی اداروں کی صوبائی اور مرکزی سطح پر اداراتی تنظیم سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ وہ کسی ایک مرکزی نظم کے تحت آجائیں اور اپنی ترقی، خود مختاری اور تنوع سے محروم ہو جائیں۔ قطعاً ایسا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان میں نصب اعین اور حکمت عملی پر اتفاق ہو، وزن اور منزل واضح ہو اور ہر طالب علم اتنیکی کی نگرانی و سرپرستی میں اپنی شخصیت اور فکر کی صورت گردی کر سکے، اور ایک مشاورتی عمل کے نتیجے میں اپنے مستقبل کا نقشہ ہن میں لے کر تعلیمی ادارے سے لٹکے۔ جس سے معلوم ہو سکے کہ طالب علم کو تعلیم مکمل کرنے کے بعد زندگی کے کس شعبے میں ممتاز مقام حاصل کرنا ہے۔ تجارت میں، سرکاری ملازمت میں، قانون نافذ کرنے والے اداروں میں، عدالت اور دفاع کے نظام میں یا ذاتی کاروبار کرنا ہے، ہر یا جو شعبہ بھی اسے پسند ہے اس میں کس مقام تک اور کتنے وقت میں وہاں پہنچتا ہے۔ جب تک یہ عملی زندگی کا منصوبہ، تعلیمی مرحل کے دوران میں واضح نہیں ہوگا، تعلیم مکمل ہونے کے بعد بھی وہ اپنے اہداف حاصل نہیں کر سکے گا۔

تحریک اسلامی کی کامیابی کا راز اس منصوبہ بندی میں ہے، جو زمینی حقائق کے پیش نظر، مطلوبہ اہداف کا حصول ایک مقررہ وقت کی میعاد میں کر سکے۔ یہ تعلیمی حکمت عملی نابغہ (genius) افراد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر ترجیحات کی فہرست میں اسے سب سے اول ہونا چاہیے۔ ابلاغِ عامہ کو ہم نے اس بنا پر اس کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے کہ تعلیمی مقاصد ابلاغ کی مناسب حکمت عملی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔

اس ہم میں نہ کسی بڑی مالی امداد کی ضرورت ہے اور نہ نئے سرے سے پہیہ ایجاد کرنے کی حاجت ہے۔ صرف ترجیحات کی ترتیب پر غور اور موجودہ آزاد اداروں کی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی فکری تنظیم بندی، اہداف پر نیکوئی اور اساتذہ کی تربیتی حکمت کار، نصابی کتب اور

نصاب پر نظر ثانی کرنا ہے۔ پھر ان تمام مصادر کو اس طرح استعمال کرنا ہے، جو تحریک کے نصب اعین سے مطابقت رکھتے ہوں۔ تحریک کا نصب اعین، درحقیقت پاکستان کا نصب اعین ہے۔ اس لیے نصب اعین کے اس اتحاد کی بنا پر تحریک کو اپنے کام کے لیے مکمل اخلاقی جواز حاصل ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اس کام کو ذمہ داری سے کیا جائے، تاکہ یہ محض رسمیت (formality) کا شکار نہ ہو اور اپنی اصل روح کے ساتھ ملک گیر بنیادوں پر زیر عمل لا یا جاسکے۔ ہر اس انسانی کوشش اور سعی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو خلوص نیت سے اور کسی دنیاوی اجر، تمنہ اور اعزاز کے حصول کی طمع کے بغیر صرف اللہ کی رضا کے لیے کی جائے گی تو وہ اس میں کامیابی دے گا۔ یہ ابدی اصول ہے۔ اس میں کسی قوم اور زمانے کی قید نہیں۔ تعلیمی حکمت عملی ہی کامیابی کا راستہ اور اسوہ حسنہ کی پیروی ہے۔

قرآن کریم نے بے شمار مقامات پر اس بات کو دہرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ انجیاں کرام اپنی دعوتی سرگرمی میں دن رات تمام قتوں کے ساتھ مصروف رہنے کے باوجود، لوگوں سے کسی اجر کی توقع نہیں رکھتے تھے۔ تحریک اسلامی سے وابستہ افراد کی دعوتی سرگرمی بھی اگر خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے ہے، تو وہ خود اپنے فضل و کرم سے تحریک کے لیے مشکلات کو دور کرے گا، آسانیاں پیدا کرے گا، لیکن اگر نیت محض شہرت یا مادی ہدف ہو تو پھر ممکن ہے کہ دنیاوی ہدف تو حاصل ہو جائے، لیکن آخرت کا معاملہ مشکوک ہو جائے گا۔ دوسرا جانب اگر تمام تر کوشش، خلوص نیت سے رضاۓ الہی کے لیے ہے، تو پھر چاہے فوری نتائج حاصل نہ ہوں لیکن وہ جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرنے کی قوت رکھتا ہے، اس کا فرمان ہے: وَلَا تَهْنُوا وَلَا تَخْرُقُوا وَلَا تَنْثُرُوا إِلَّا نُنْثِمُ مُؤْمِنِينَ (آل عمرن: ۳۹) ”ول شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

تحریک اسلامی سے وابستہ کسی قائد یا کارکن کے لیے ذہن میں اس تذبذب کا پیدا ہونا کہ: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ ہم کب تک یونہی جدوجہد کرتے رہیں گے؟ اسلامی تدبیلی اور انقلاب آ کیوں نہیں جاتا؟ ایک عاجلانہ نفیات کا پتا دیتا ہے۔ تحریکی نفیات آخری زندگی کی کامیابی سے منسوب ہوتی ہے، جس میں یہاں کی ہر ناکامی اس کے جوش اور ولوگے میں غیر محدود

عزم و ارادے کا اضافہ کرتی ہے۔ تحریکی نقطہ نظر کی اصل کامیابی رضاۓ الہی کا حصول ہے اور اس دنیا میں کامیابی اس کی طرف سے اضافی انعام ہے۔

### علوم کی تدوین جدید

تعلیمی حکمتِ عملی کا ایک اہم مقصد اور ہدف علوم کی تدوین جدید ہے۔ علوم چاہے معاشرتی علوم ہوں یا اطلاقی (applied) جب تک ان کے بنیادی تصورات کو درست نہ کیا جائے، وہ ذہن اور معاشرہ پیدا نہیں کر سکتے، جو صرف اللہ کو ربِ مانتا ہو اور اصلاحِ احوال پر منحصر ہو۔ غور و فکر اس بات پر ہونا چاہیے کہ ہم نے اب تک کن علوم کو اسلامی بنیادوں پر بنئے سرے سے مدون کیا ہے اور بقیہ علوم کی اسلامی تشكیل جدید کا بنیادی کام کتنے عرصہ میں کر لیا جائے گا۔ یہ وہی عمل ہے جس کے لیے قائد تحریر یک اسلامی نے خود بیش قیمت کام کیا۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے لیے فکر اسلامی کی روشنی اور تشكیل نو کے خطوط کی نشان دہی کی اور فکر کو ایک نئے رخ سے آشنا کیا۔ علوم اسلامی کی تشكیل نو کے لیے واضح خطوط کار بھی متین یکے، اس کام کو مختلف میدانوں میں کر کے دکھایا اور نئے چڑاغ روشن کیے۔ اس کے لیے ملک اور ملک سے باہر اداروں کے قیام کی فکر بھی کی لیکن اس کام کو جاری رکھنے اور نئی رفتاؤں سے روشناس کرانے کے لیے کیا کیا جا رہا ہے؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور جو کوئی کوتاہی ہے اس کی تلافی کی فکر بلا تاخیر کرنا چاہیے۔

اس وقت وطنِ عزیز میں مروجہ تعلیمی نظام کی بنیاد، زندگی میں تقسیم کے اصول پر ہے۔ چنانچہ اس طرح جو ذہن پیدا ہوتا ہے وہ انسانی زندگی کو دنیاوی اور روحانی خانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک کا تعلق اس کے ذاتی روحانی سکون سے ہے اور دوسرے کا تعلق مادی ترقی، قوت اور دولت سے۔ اسلام اس تقسیم کو شرک سے تعبیر کرتا ہے اور تمام علوم کو وحی الہی کی روشنی میں مادی اور تجرباتی معیار کی جگہ ابدی اخلاقی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا چاہتا ہے۔ معاشرے میں عدلی اجتماعی کے قیام کے لیے تمام اطلاقی علوم (Applied Sciences) کی تدوین جدید کے ذریعے ایک ہمہ گیر فکری انقلاب کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اسلام رنگِ نسل، جنس اور زبان کی قید سے بلند ہو کر معاشرے کے ہر فرد پر کم از کم اتنی تعلیم کا حصول فرض قرار دیتا ہے، جس سے وہ شعوری طور پر ہر عمل کے اخلاقی یا غیر اخلاقی ہونے کا فیصلہ کر سکے اور حلال و حرام میں تمیز کے قابل ہو، اسے طہارت

اور نجاست کا فرق معلوم ہو۔ یہ طہارتِ محض جسمانی نہیں، فکری بھی ہے اور معاملات کی بھی۔

### خدمتِ خلق کا وسیع تر معاشرتی تناظر

تعلیم کے ذریعے معاشرتی اصلاح اور انقلاب کے عمل میں قرآن کریم، اللہ کے بندوں کی معاشرتی، معاشرتی، سیاسی، ثقافتی ضروریات کو پورا کرنا بھی ایک فرض قرار دیتا ہے۔ جس طرح انسانوں پر اللہ کا حق ہے کہ رب العالمین کو وحدہ لا شریک مانتے ہوئے اپنا سراط اعلیٰ اس کے سامنے جھکا دیا جائے، اسی طرح اللہ کے بندوں کا حق یہ ہے کہ ہر ضرورت مند، مسکین، فقیر، غریب کی اس حد تک امداد ہو جائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ یہی زکوٰۃ کا فلسفہ ہے اور اسی بناء پر صدقات ہوں یا اتفاق، ان کے بارے میں فرمادیا گیا کہ جو کچھ ایک فرد کی اپنی ضروریات سے زائد ہو، وہ اسے اللہ کی خوشودی کے لیے ضرورت مندوں پر خرچ کر دے، تاکہ اس مال کے بدے اسے گنایا اس سے بھی زیادہ اجر آختر میں مل جائے۔

اسلام خدمتِ خلق اور حقوق العباد کو ایک وسیع تر معاشرتی تناظر میں دیکھتا ہے۔ خصوصاً اسلامی تحریکات، بنیادی دعوتی مقصد کے حصول کے لیے اس پہلو کو اپنی سرگرمیوں میں خصوصی ترجیحی مقام دیں۔ اس حوالے سے سب سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اللہ کے بندوں کو طبی سہولیات فراہم کرنے کی طرف توجہ کی جائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ 'الخدمت' کے زیر انتظام شفا خانے اور طبی مرکز ملک کے بعض حصوں میں خدمتِ خلق کے لیے موجود ہیں۔ یہاں پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان کو مریضوں کی فکری اور روحانی صحت کے لیے بھی استعمال کیا جا رہا ہے؟ ملک گیر منصوبہ بندی کے ذریعے ہر مریض کے احوال کا تجویزی اور حاصل شدہ معلومات کی بناء پر اس تک دعوتی معلومات پہنچانے کے لیے کاؤشوں کا میدان کھلا ہے؟ یہی شکل تعلیم گاہوں میں اختیار کی جانی چاہیے، کہ والدین کے ساتھ کس درجے کا رابطہ رکھا گیا ہے؟ تعلیم اور خدمتِ خلق دراصل دعوت کے ویلے ہیں۔ ان کا مقصد نہ صرف اللہ کے بندوں کی جسمانی صحت ہے بلکہ ان کی اخلاقی و روحانی ترقی اور فکری اصلاح بھی اس کا ایک اہم مقصد ہے۔

طبی سہولیات مختلف شکلوں میں فراہم کی جاسکتی ہیں۔ بہترین شکل تو مفت طبی امداد کے

مراکز کا قیام ہے۔ تاہم، کام کے آغاز کے لیے ایسے علاقوں میں جہاں دور دور تک ہسپتال کا وجود نہیں ہے، مقامی افراد سے مشورہ کر کے پاسانی انتظام کیا جاسکتا ہے کہ کوئی صاحبِ خیر اپنے گھر کا کوئی ایک کمرہ جس کا دروازہ باہر کھلتا ہو، اس میں طبی معائنے کی میز رکھنے اور طبیب کے بیٹھنے کی جگہ نکل سکتی ہو، رضا کارانہ طور پر استعمال کرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ اس طرح بغیر کسی مالی بوجھ کے جگہ کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی ایک دوستدعاً اکثر وہ سے رضا کارانہ طور پر ہفتہ میں ایک یا دو دن کا وقت مانگا جاسکتا ہے۔ علاقے کے میڈیکل اسٹوروں سے بات کی جاسکتی ہے۔ ایسے افراد جو قیمتی ادویات نہیں خرید سکتے، خصوصی رعایت کر کے اور بعض ادویات اس طبی مرکز کو عطا کے طور پر بھی دینے کی تدبیر کریں۔ یہ سارا کام قیاسی نہیں ہے بلکہ ذاتی تحریب پر منی ہے۔ تعلیم کے میدان میں گھر، اسکول اور بیٹھک اسکول کا تجربہ بھی اس سلسلے میں مشتمل راہ بن سکتا ہے۔

طبی امداد کے لیے سوزوکی کیری میں ایک پورا افسری شفاخانہ بنایا جا سکتا ہے، جو مقررہ دنوں میں کم آمدی والوں کی بستیوں میں جا کر دو یا تین گھنٹے صرف کرے اور خصوصاً بچوں میں امراض کے تدارک کے لیے عوام کو تعلیم و تربیت دے اور ساتھ ہی بچوں کے مفت معائنے کے بعد انھیں ادویات بھی تجویز کرے۔ ایسے معاملات، جن میں علاج کے لیے ہسپتال میں داخلہ ضروری ہو، انھیں کسی قریب کے ہسپتال تک پہنچایا جائے اور ادویات کے حصول میں ان کی امداد کی جائے۔

ملکی یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے والے طلبہ و طالبات کو رضا کارانہ طور پر الگ الگ وفود کی شکل میں قریبی ہسپتالوں کا دورہ کرایا جائے اور طلبہ مردوں کے وارڈ میں اور طالبات خواتین کے وارڈ میں جا کر ان کی عیادت کریں اور انھیں کوئی تحفہ دیں، چاہے وہ کوئی پھل یا ایک پھول ہی کیوں نہ ہو۔ اس معمولی عملی خیر کے نتیجے میں طلبہ و طالبات کو زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا۔ جب وہ اپنی جیب سے پھل خرید کر مریضوں میں تقسیم کریں گے تو جذبہ انفاق پیدا ہو گا اور باہمی اخوت کو تقویت ملے گی۔ اس پوری مشق کا مقصد طلبہ اور طالبات کو عملی دعوت سے روشناس کرنا اور خدمتِ خلق کے ذریعے متحرک کرنا ہے۔ تعلیم بالغاف بھی کرنے کا ایک اہم کام ہے۔ مناسب منصوبہ بنندی کی جائے تو رضا کارانہ طور پر طلبہ کے ذریعے خصوصاً گرمیوں کی تعطیلات میں تعلیم بالغاف کے مراکز قائم کیے جاسکتے ہیں۔

ملک میں معاشی عدم استحکام نے ہر شخص کو کرب ناک معاشی دوڑ میں لگا دیا ہے۔ معاشی ضروریات کو تسلیم کرتے ہوئے تحریک ایسے اداروں کے قیام کی حوصلہ افزائی کر سکتی ہے جو چھوٹے کاروباروں کے لیے غربت اور بے روزگاری میں کمی لا سکیں، اور جو لوگ اس طرح ان کے رابطے میں آئیں، ان کی فکری تربیت کے ذریعے تحریک کی قوت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

### اداروں کی تعمیرِ نو

ہمارے ابلاغی عامہ کے اداروں نے گذشتہ ۲۰ سال کے عرصے میں جس طرح قوم کو بد اخلاقی، بد اطواری اور بد معاملگی کی تعلیم دی ہے، اس سے قوم کو نجات دلانے کے لیے تعمیری اور ثبت کام کی ضرورت ہے، محض تقید اور احتجاج سے کام نہیں چل سکتا۔ بغیر کسی مزید تاخیر کے دعوت دین کے حوالے سے یہ چیز اب واجب کا مقام رکھتی ہے کہ تحریک سے وابستہ افراد کم از کم ایک میڈیا ہاؤس قائم کریں، جو قلمی، اصلاحی اور معاشرتی موضوعات پر ایسے پروگرام بنائے، جو فنی طور پر اعلیٰ معیار کے ہوں اور تحریک کی دعوت کو پیش کرتے ہوں۔

جب تک ابلاغی عامہ کے ہم خیال ادارے نہیں قائم ہوتے، کم از کم جور و ایقی ادارے موجود ہیں انھیں شعوری طور پر توسعی دعوت، تعمیر فکر و کردار کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس غرض کے لیے خصوصی تربیتی پروگراموں کا ایک سلسلہ شروع کرنا ہو گا۔ اس کے لیے مساجد اور کمیونٹی کے مراکز [چوپال] کو استعمال کرنا ہو گا کہ عوام میں مسائل کا شعور اور ان کے حل کے لیے آگاہی پیدا ہو سکے۔ مفت مشاورت فراہم کرنے والے مراکز ہرگز اؤں اور شہر میں قائم کیے جائیں، جن میں مقررہ اوقات میں رضا کار لوگوں کے مسائل میں اور انھیں قرآن و سنت کی روشنی میں حل سے آگاہ کریں۔

موجودہ معاشرتی مسائل کچھ اس رخ سے انجھتے جا رہے ہیں کہ خاندان میں معمولی معمولی اختلاف کے نتیجے میں طلاق کو ایک کھیل بنالیا گیا ہے۔ قرآن و سنت رسولؐ کی روشنی میں جو چیز سخت ناپسندیدہ ہے اسے ڈراموں، فلموں اور اُن وی شوؤں میں مضمکہ خیز شکل دے کر لوگوں کو دین سے دور کیا جا رہا ہے۔ نہ صرف طلاق بلکہ سگریٹ نوشی نے بھی سحت کے مسائل کھڑے کر دیے ہیں۔ اس نوعیت کے معاشرتی مسائل کا مقابلہ کرنے کے لیے عوام کی آگاہی کے لیے وقاً فوقاً کسی ایک مسئلے پر ملک گیر ہم چلانے کی ضرورت ہے۔ جس میں علمی بحث بھی ہو، اور جہوری ذرائع سے عوام کی تعلیم

بھی۔ جب تک ہم مقامی مسائل کو سمجھنے کے بعد حل پیش نہیں کریں گے، ہماری دعوت نامکمل رہے گی اور تحریک کی متوقع دعوتی کامیابی کی منزل قریب نہیں آسکے گی۔

مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد کے لیے ایسی تنظیموں قائم کرنی ہوں گی، جن میں ماہرین فن اپنی پیشہ و رانہ ضرورت کے طور پر ان اداروں سے وابستہ ہوں اور معاشرتی تعلیم و انقلاب کے عمل میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اس حوالے سے پہلے سے قائم شدہ تنظیموں کا جائزہ اور ان کے کام کی رفتار، اهداف کا تعین اور حکمتِ عملی پر غور کرنا ہو گا کہ انھیں کس طرح مزید موثر بنایا جائے۔ مختلف پیشہ و رانہ تنظیموں کا مقصد بھی غیر سیاسی انداز میں تربیت اور اصلاح اخلاق ہونا چاہیے تاکہ خلوص اور بے غرضی کا احساس ان اداروں سے وابستہ افراد میں واضح کیا جاسکے۔ دعوت کے کام کے غیر سیاسی پہلو سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ سیاسی کام دعوتی کام سے مختلف ہے۔

### خواتین کی فکری تطہیر و تنظیم

تعلیمی اور معاشرتی انقلاب اور اصلاح کے کام کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ خواتین کے مسائل کے، صحیح شعور کے ساتھ، قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے حل تجویز کیے جائیں جو جدید تعلیم یافتہ خواتین کو مطمئن کر سکیں۔ بیرونی امداد پر چلنے والے بے شمار رفاهی اداروں نے حقوق نسوان کے نام پر خواتین میں اشتغال اور اسلام سے ذوری پیدا کرنے کو اپنا نصبِ اعتمان بنا لیا ہے۔ تحریک اسلامی کو ان موضوعات پر اپنا موقف اور زیادہ واضح انداز سے پیش کرنا ہو گا اور بلا کسی معدودت کے اسلامی تعلیمات کو جدید زبان میں اس طرح پیش کرنا ہو گا کہ عقلی دلائل اور تاریخی شواہد کی بنیاد پر اسلام کے صحیح خدو خال کا فہم عام کیا جاسکے۔ موجودہ صورتِ حال میں خواتین میں ملک گیر بنیادوں پر ایک واضح تبدیلی کا آغاز ہو چکا ہے۔ ایک جانب بہت سی وہ خواتین ہیں، جو کل تک اسلام کے بارے میں مخصوص پروپیگنڈے کے زیر اثر پچکچا ہٹ کا خکار تھیں، اب اسلام سے قریب آئی ہیں۔ دوسری طرف این سی اوزکل پھر نے بہت سی نوجوان خواتین کو اسلام سے ذور بھی کیا ہے۔ اس پہلو سے بھی مناسب حکمتِ عملی کے ساتھ اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ خواتین کی فکری تطہیر اور تنظیم غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

مسلم خواتین سے  
اسلام کے مطالبات  
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تھہ

صفحات: 16  
قیمت: 16/- روپے

اسلام  
اور ضبط ولاست

صفحات: 160  
قیمت: 150/- روپے

پر ۶۵

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تھہ

صفحات: 280  
قیمت: 280/- روپے

عورت  
اسلامی معاشرہ میں  
سید جلال الدین انصاری

صفحات: 382  
قیمت: 180/- روپے

کتاب النکاح  
وکتاب الطلاق

صفحات: 224  
قیمت: 220/- روپے

# حسن معاشرت

مولانا محمد یوسف اصلحی

صفحات: 204

قیمت: 200/- روپے

مسئلہ تعدد و ازواج

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تھہ

صفحات: 32  
قیمت: 20/- روپے

خواتین اور اسلام

ستین طارق

صفحات: 248  
قیمت: 70/- روپے

ایمان اور زندگی

علامہ یوسف القرضاوی

صفحات: 216  
قیمت: 200/- روپے

دروس قرآن

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تھہ

صفحات: 304  
قیمت: 280/- روپے

قرآن حکیم

اور  
انسان کے مچیدہ مسائل

ڈاکٹر ناصر حسین مجدد

صفحات: 272  
قیمت: 230/- روپے



دیگر اسلامی کتب کے لیے رابط کریں: